چراغ جلتا رہا

PDFBOOKSFREE.PK

صدف صابر

چراغ جلتا رہا..........صدف صابر

اہوں کی اس حویلی کی داستان کتنی پرانی تھی شاید کسی کو معلوم نہیں۔ مگر آج بھی کچھ آوازیں حویلی کے درودیوار سے گونجتی تھیں۔ جن کی گونج سننے والوں کو بے چین کرتی تھی۔ ان آوازوں میں طوبیٰ شاہ کی ہنسی گونجتی تھی تو زین شاہ کی محبت آج بھی سرگوشیوں کی صورت محسوس کی جاتی تھی۔ حویلی کے باغ میں واقع یہ بوڑھے شجر بھی کچھ کم پراسرار نہیں۔ جن کے ساکت وجود نہ جانے کتنے رازوں کو چھپائے اک قطار میں خاموش کھڑے ہیں۔ یہ گواہ ہیں اس بات کہ کسی کی منتظر نگاہیں دید کو کتنا ترسی ہیں۔ یہ گواہی دیتے ہیں اس بات کی کہ کسی نے ساری زندگی صرف عشق میں گزار دی۔ گواہی دیتے ہیں اس حقیقت کی کہ حویلی سے دور اس گھنے پیڑ کے نیچے بیٹھے شخص نے ساری زندگی صرف محبت کی! صرف محبت۔

سورج غروب ہونے کے بعد بھی آسمان پر ہلکی ہلکی لالی موجود تھی۔ پرندے شور مچاتے' چہچہاتے اپنے اپنے گھونسلوں کو واپس جا رہے تھے اور علی شاہ آم کے اس گھنے درخت سے ٹیک لگا کر مسلسل لیلیٰ شاہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ ابھی اسپتال سے حویلی واپس آیا تھا مگر دھیان ابھی تک لیلیٰ شاہ کے وجود میں اٹکا ہوا تھا۔

''ایسا کیوں ہوتا ہے جب کوئی شخص کوئی ہستی آپ کے پاس ہو تو اس کی قدر نہیں ہوتی اور جب نظروں سے اوجھل ہو جائے تو دوری کا احساس ہوتا ہے۔'' اس نے دل ہی دل میں خود سے سوال کیا اور پھر لمبی سانس کھینچ کر فضا میں دیکھنے لگا۔

''یا اللہ! اسے کچھ نہ ہو۔'' میری لیلیٰ شاہ کو ٹھیک کر دے۔ میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں آج کے بعد اسے کوئی دکھ نہیں دوں گا۔'' وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر التجا کرنے لگا۔ ''میری زیادتیوں کی مجھے اتنی بڑی سزا نہ دے۔ مالک مجھے معاف کر دے میری لیلیٰ کو زندگی دے دے۔'' آنسو علی شاہ کے چہرے سے گر کر اس کے گریبان میں جذب ہونے لگے۔ وہ خود سے بیگانہ یہاں نہ جانے کتنی دیر بیٹھا رہتا کہ مریم شاہ اسے اس حالت میں دیکھ کر اس کی طرف چلی آئی۔

''آج کیا یہیں بیٹھے رہنے کا ارادہ ہے علی بھائی؟'' وہ اپنے بھائی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

''مریم! وہ ٹھیک ہو جائے گی نا؟'' علی شاہ کی آنکھوں میں آس تھی۔

''کیوں نہیں! آپ اس کے لئے اتنی دعائیں کر رہے ہیں۔ بی بی' پھوپھو' اماں بابا سب ہی اس کی زندگی کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں' پھر وہ ہمیں چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہے۔'' مریم شاہ نے اسے دلاسہ دیا۔

''مریم تم ابھی جاؤ میں کچھ دیر یہاں اور بیٹھوں گا۔''

مریم شاہ نے ایک نظر اپنے بھائی پر ڈالی اور آنکھوں کی نمی ضبط کرتے ہوئے اس کے پاس سے اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد علی شاہ نے آنکھیں موند کر دوبارہ آم کے گھنے پیڑ سے ٹیک لگا لی اور اب وہ صرف لیلیٰ شاہ کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کی محبتیں یادوں کی صورت میں ہر طرف بکھری ہوئی تھیں۔



''لیلیٰ! شام کو علی بھائی واپس آ رہے ہیں۔'' مریم شاہ مسلسل اسے چھیڑ رہی تھی۔

''تو انتظار تھا جس کا وہ ساعت آ پہنچی۔'' لیلیٰ شاہ نے آئینے میں خود کو اک نظر دیکھ کر سوچا اور اس کے لب بے اختیار مسکرا اٹھے تھے۔

''لیلیٰ شاہ ہوش میں ہو کہ کسی کے آنے کی خبر مدہوشی کا سبب بن گئی۔'' مریم شاہ نے کوئی جواب نہ پا کر دوبارہ اس کی طرف شوخی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور خود اسی کے بیڈ کے کنارے بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی۔

''مریم! آج تو پانچ سالوں کا انتظار اختتام تک پہنچا ہے۔ آج تو ہوش نے ساتھ چھوڑا ابھی تو لیلیٰ شاہ کی نظریں پھر بھی کسی کے دیدار کے لئے کھلی رہیں گی۔'' وہ مریم کی طرف مڑتے ہوئے جواباً بولی۔

مریم شاہ نے اک نظر اس کے سراپے پر ڈالی جو پریوں سی حسین تو تھی ہی مگر آج کسی کی محبت میں ڈوبی کسی حسین داستان کا حصہ لگ رہی تھی۔

''لیلیٰ شاہ! آج تمہارا نام قاتلوں کی فہرست میں شامل ہو جائے گا اور مقتول ہو گا علی شاہ۔'' مریم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کاش ایسا ہو جائے۔'' لیلیٰ شاہ نے اپنے دونوں ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھائے اور پھر منہ پر پھیر کر ہنس دی۔ اس کی ہنسی میں مریم شاہ کی ہنسی بھی شامل ہو گئی تھی۔

''مجھے یہ بتاؤ کیا ولی بننا بہت آسان کام ہے۔'' عروبہ شاہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ مگر وہ آج بھی پہلے کی طرح خاموش تھا۔

''تم قلندر لوگ بھی عجیب ہوتے ہو۔ کسی صحرا میں بن باس کاٹ کر یا جنگل بیابانوں میں بھٹک کر یا تمہاری طرح اس درخت کے نیچے سارا دن جوگیوں کی طرح بیٹھ کر یہ سمجھتے ہو کہ ولی ہو گئے' مقرب ہو گئے' منتخب ٹھہرے۔ اگر ایسا ہے تو میں بھی اک بن باس کاٹنے کو تیار ہوں تاکہ تمہاری نظروں میں منتخب ٹھہروں۔'' وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی مسلسل اس سے مخاطب تھی جبکہ اس کے جواب میں زین شاہ کی خاموشی کچھ اور بھی بڑھ گئی تھی۔

''زین شاہ! میں مانتی ہوں کہ مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے مگر پچھلے بیس سالوں سے اپنی لگائی آگ کی اذیت میں بھی تو میں خود ہی جل رہی ہوں۔'' وہ ایک لمحے کو رکی پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔

''کیا میری سزا کبھی معاف نہیں ہو گی؟ کیا ہر دفعہ میں اس در سے خالی ہاتھ جاؤں گی زین شاہ! تمہیں خدا کا واسطہ مجھے معاف کر کے میری اذیتوں میں کچھ تو کمی کرو۔'' اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگنے لگا۔ ''زین شاہ! میں ہر دفعہ یہ کہہ کر یہاں سے جاتی ہوں کہ اب کبھی واپس نہیں آؤں گی مگر ہر بار ڈھیٹوں کی طرح پھر تمہارے در پر آ جاتی ہوں۔'' اس کی خاموشی سے اکتا کر وہ جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''اب کی بار جا رہی ہوں۔ واپس نہیں آؤں گی۔'' ''تم سے کہہ کر جا رہی ہوں زین شاہ۔'' وہ جانے کے لئے پلٹی۔ ''ایک بار تو کہو زین شاہ کہ مت جاؤ۔ رک جاؤ عروبہ۔'' اس نے پیچھے مڑے بغیر کہا اور کوئی جواب نہ پا کر شدتوں سے رو پڑی تھی۔



جیسے ہی اس نے حویلی میں پہلا قدم رکھا۔ لیلیٰ شاہ کے وجود میں خوشیوں نے انگڑائی لی اور وہ مسرتوں کی انتہا پر پہنچی۔ علی شاہ کو شاہ بابا سے گلے ملتے دیکھ رہی تھی۔ ''وہ لوٹ آیا ہے۔'' دل نے زور سے پکارا۔ اس کی بے قراری چھپائے نہ چھپتی تھی۔ لیلیٰ شاہ کی نظر اگر اس کے چہرے سے ہٹتی نہ تھی تو حیا سے ٹھہرتی بھی نہ تھی۔

ساجد شاہ اور زینب شاہ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا جن کا بیٹا پانچ سال کے بعد تعلیم مکمل کر کے لوٹا تھا۔ مریم شاہ اور پھوپو سے ملنے کے بعد جب اس کی نظر لیلیٰ شاہ پر پڑی تو اک لمحے کو لیلیٰ شاہ کا دل بڑی زور سے کانپا تھا تبھی علی شاہ اس کے نزدیک آ کر مخاطب ہوا۔

''لیلیٰ شاہ! میں تو سمجھا تھا کہ تم بھی اپنی ماں کی طرح حویلی سے بھاگ گئی ہوں گی مگر تم تو ابھی تک یہیں ہو۔'' الفاظ انگاروں سے بھی جھلسا دینے والے اور لہجہ سفاکی کی حد تک تلخ تھا۔

لیلیٰ شاہ کے دل کے کتنے ٹکڑے ہوئے تھے یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ کالی گہری نگاہوں نے نمی لئے بڑی بے بسی سے علی شاہ کی طرف دیکھا تھا۔

''کیوں لیلیٰ؟ کوئی جواب ہے میری بات کا۔'' اس کے لہجے میں چھپا تمسخر لیلیٰ شاہ کے چہرے کو سرخ کر رہا تھا۔

''علی شاہ! زینب شاہ نے اپنے بیٹے کی طرف ناپسندیدگی سے دیکھا تو شاہ بابا نے فوراً علی شاہ کی حمایت کی۔

''زینب شاہ! ہمارے بیٹے نے کچھ غلط نہیں کہا۔ یہ سچ ہے خون کا اثر ضرور ہوتا ہے۔'' ان کا لہجہ علی شاہ کے لہجے سے بھی سفاک تھا۔ لیلیٰ شاہ کو شاہ بابا کے لفظوں پر دکھ نہیں ہوا تھا کہ یہ الفاظ وہ بچپن سے سنتی آئی تھی۔ مہرباں تو وہ سنگ دل کبھی بھی نہ رہا تھا پر اپنے دل کا کیا کرتی جو اس کے سوا کسی کو محبوب ماننے کو تیار نہ تھا۔ وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی اور بیڈ پر گر کر رو پڑی تھی۔ یہ جانے بغیر کہ بڑی پھوپو کی نظروں نے دور تک اس کا تعاقب کیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں کیا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس کے جانے کے بعد مریم شاہ نے ایک افسوس بھری نگاہ علی شاہ پر ڈالی اور خود بھی لیلیٰ شاہ کے کمرے کی طرف چل دی تھی۔

وہ بالکل گم صم بیٹھی تھی' جب مریم شاہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

''مریم! وہ کبھی مجھ سے محبت نہیں کرے گا۔ وہ بچپن سے لے کر آج تک مجھ سے نفرت کرتا رہا ہے' وہ کیسے مجھ سے محبت کر سکتا ہے۔'' لیلیٰ شاہ آنکھوں میں دکھ لئے مریم سے مخاطب تھی۔

مریم شاہ کی آنکھوں میں آنسو چمکے تھے اس نے آگے بڑھ کر لیلیٰ شاہ کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

''کیا ضروری ہے لیلیٰ کہ تم خود کو اپنے دل کو علی بھائی کے پیچھے خوار کرو۔'' اک تھوڑی سی دیر میں لیلیٰ شاہ کا اجاڑ روپ اور اداس آنکھیں مریم سے نہیں دیکھی جا رہی تھیں۔

محبت خود سے ہوتی تو مریم شاہ کبھی دل کو تمہارے بھائی کے پیچھے خوار نہ ہونے دیتی۔ لیلیٰ شاہ خود بھی انا میں کسی سے کم نہیں لیکن عجیب بات ہے مریم وہ جتنا دھتکارتا ہے یہ دل اتنی ہی زیادہ اس کی طلب کرنے لگتا ہے۔ میں بے بس ہوں مریم! میرا دل میرے اختیار میں نہیں۔'' وہ اپنی بات کے اختتام پر رونے لگی۔

مریم شاہ اسے دیکھتے ہوئے اپنے دل میں دعا کر رہی تھی'' کہ کاش علی شاہ کو لیلیٰ شاہ سے محبت ہو جائے۔



ڈھلتی شام کا پھر وہی منظر تھا۔ زین شاہ کی نظریں بظاہر بہتی ندی کی لہروں پر تھیں مگر دھیان ندی سے کچھ فاصلے پر واقع لہلہاتی نالیوں پر تھا۔

''عروبہ شاہ کیوں کیا تھا تم نے ایسا؟'' یہ پہلا سوال نہیں تھا جو زین شاہ نے اس سے پوچھا تھا۔ وہ پچھلے بیس سالوں سے اس سے ہر روز یہی سوال پوچھتا تھا۔

''حسد کرنے لگی تھیں نا تم اس سے؟'' پھر ایک الزام لگایا تھا اب کہ تکلیف بھی زیادہ ہوئی تھی۔ عروبہ شاہ نے سر اٹھا کر اک نظر اسے دیکھا پھر روتے ہوئے دوبارہ سر جھکا لیا تھا۔ جن نظروں سے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی تاب وہ مر کر بھی نہیں لا سکتی تھی۔

''جانتی تھی نا کتنی محبت کرتا ہوں میں اس سے پھر کیوں برباد کیں اتنی زندگیاں؟''

''ساری زندگی کیا پایا تم نے عروبہ شاہ؟'' وہ چپ ہوا تھا۔
''بیس سال بہت ہوتے ہیں معاف کرنے کے لئے...... عروبہ شاہ نے کہنا چاہا مگر وہ اس کی بات کاٹ گیا تھا۔
''بیس سال تم بیس سال کہتی ہو جبکہ میں سمجھتا ہوں کسی کے ساتھ کی گئی زیادتی کا کفارہ ادا کرنے کے لئے پوری زندگی بھی تھوڑی پڑ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے اور جو آگے کا حساب ہے وہ ہمارے تمہارے بس سے باہر ہے۔''
''جانتی ہوں کہ ساری زندگی میں اس کے ساتھ کی گئی زیادتی کا کفارہ ادا نہیں کر سکتی۔ کرنا چاہوں بھی تو بھی نہیں۔'' وہ اک لمحے کو رکی تھی۔ ''زین شاہ تم معاف کر دو تو کم از کم اپنے آدھے گناہ کم لگنے لگیں گے۔ زین شاہ یہ سمجھ کر معاف کر دو کہ بہت محبت کی ہے تم سے۔ اگر پھر بھی معاف نہیں کر سکتے تو اس محبت کے لئے معاف کر دو جو تم نے طوبیٰ شاہ سے کی ہے۔'' وہ التجا کی حد پر تھی۔
''عروبہ شاہ! تم نے محبت ہی تو نہیں کی تھی۔ جاؤ جا کر لوگوں کو اس کی بے گناہی کا ثبوت دو۔ کر سکو گی ایسا؟ محبت کرتی ہو نا مجھ سے۔'' ''محبت کرنے والے تو بڑے جی دار ہوتے ہیں۔ اور تم تو بڑی جی دار ہو عروبہ شاہ۔ جاؤ عروبہ شاہ مت آیا کرو یہاں چھوڑ دو میرا پیچھا سب کچھ تو چھین لیا ہے تم نے میرا اب کیا چاہتی ہو؟ جاؤ چلی جاؤ۔'' ضبط کی شدت سے اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں۔ عروبہ شاہ نے اس کی طرف بڑی آس سے دیکھا اور ایک بار پھر زین شاہ کے در سے خالی ہاتھ واپس جا رہی تھی۔



شاہ بابا کی نفرت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کی ماں اسے صرف دو ماہ کا چھوڑ کر حویلی سے بھاگ گئی تھی۔ اس کی ماں کسی غیر خاندان کی نہ تھی بلکہ شاہ بابا کے سگے بھائی کی بیٹی تھی۔ ان دنوں گلابی جاڑے کا آغاز تھا۔ موسم اگرچہ اتنا ٹھنڈا نہ تھا۔ مگر رات کو ٹھنڈ ہو جاتی تھی۔ شاہ بابا اور ساجد شاہ کو کسی پنچایت کے فیصلے کے لئے دوسرے گاؤں جانا پڑا تھا۔ شاہ بی بی زینب شاہ اور ان کے دونوں بچوں کے ساتھ کسی عزیز کی شادی میں گئی ہوئی تھیں۔ حویلی میں پھوپو اور لیلیٰ شاہ کی ماں کے سوا چند ملازمین تھے۔ لیلیٰ شاہ کا باپ زمینوں کے کاموں میں مصروف تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اوائل نومبر کی وہ رات کس قدر بھیانک ثابت ہو گی۔ شاہ بابا اور ساجد شاہ کی واپسی تک طوفان آ کر جا چکا تھا۔ گھر واپسی پر شاہ بابا کو اپنے جوان بیٹے کی موت کے ساتھ جو خبر سننے کو ملی وہ یہ تھی کہ ان کی بہو حویلی کی چوکھٹ پار گئی ہے۔ اس رات کیا ہوا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ سوائے تین لوگوں کے۔
''جتنی محبت تم سے کی ہے خدا سے کی ہوتی تو آج ولی ہو چکا ہوتا طوبیٰ شاہ۔'' زین شاہ نے ایک نظر پھر سے ندی کے بہتے ہوئے پانی کی طرف دیکھا اور پھر دوران نالیوں کی طرف جو تیز ہوا سے مسلسل رقص میں تھیں۔ لیکن اس کی نظروں کا یہ تاثر ظاہر کرتا تھا کہ وہ دور بہت دور کسی چہرے کو اپنی نظروں سے دیکھ رہا ہے اور چہرے پر پھیلی نرم سی مسکراہٹ یہ ظاہر کرتی تھی کہ خیال بہت ہی پسندیدہ ہے۔
''جھوٹ زین شاہ! بالکل جھوٹ ایک وقت کی نماز تو پڑھی نہیں جاتی اور چلے ہو ولی بننے۔'' اک شوخ سا فقرہ کانوں سے ٹکرایا اور وہ مکمل ماضی میں ڈوب گیا تھا۔
''نہ جانے وہ کیسی ہو گئی ہو گی اماں؟'' وہ سامان کی پیکنگ کرتے ہوئے اپنی ماں سے پوچھ رہا تھا آج شام کی فلائیٹ سے وہ پاکستان جا رہا تھا۔
''بچپن میں امریکہ آنے سے پہلے اسے دیکھا تھا تب تو موٹی سی ہوتی تھی۔''
''کون! کس کی بات کر رہے ہو۔ عروبہ کی؟'' انہوں نے اس کی شرٹس الماری سے نکالتے ہوئے پوچھا۔
''نہیں! طوبیٰ کی بات کر رہا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر بڑی دلفریب مسکراہٹ تھی جسے محسوس کر کے علینا شاہ خود بھی مسکرا اٹھیں۔
''اماں! آپ بھی چلتیں، دونوں ماموں خوش ہو جاتے۔''
''نہیں! اس دفعہ تمہارے بابا کو یہاں بزنس کا کام ہے۔ اگلی دفعہ انشاء اللہ تعالیٰ میں ضرور چلوں گی۔''
پھر وہ پردیسی لوٹ آیا تھا۔ اپنے ملک طوبیٰ شاہ کے لئے۔ اس چیز سے بے پرواہ ہو کر کہ تقدیر کیا چاہتی ہے۔
حویلی میں سب سے ملنے کے بعد اس کی نظریں جس چہرے کو تلاش کر رہی تھیں وہ طوبیٰ شاہ کا تھا۔ مگر وہ ابھی تک اسے نظر نہیں آئی تھی۔ تبھی اس کی سماعت سے دو نسوانی قہقہے آ کر ٹکرائے۔ اس کی نظریں بے اختیار اسی سمت اٹھیں۔ وہ دو لڑکیاں تھیں۔ دونوں کی عمریں تقریباً ایک جیسی تھیں اور دونوں ہی خوب صورتی کا پیکر تھیں۔
''ان میں وہ کون سی ہے؟'' اس نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔ اتنے میں وہ آگے بڑھ کر اس کے پاس چلی آئیں۔
''آپ زین شاہ ہیں نا؟'' ان میں سے ایک لڑکی نے اشتیاق سے پوچھا۔
''جی۔'' اس کا سر اثبات میں ہل گیا۔
''مجھے عروبہ شاہ کہتے ہیں اور یہ چھوٹے چاچو کی بیٹی طوبیٰ شاہ ہے۔'' اس نے تعارف کروایا۔
زین شاہ کی نظروں نے بے ساختہ اس کے چہرے کو اپنی گرفت میں لیا جو گلابی کپڑوں کا گلابی عکس اپنے چہرے پر لئے ہوئے تھی۔ اس کی نظروں سے ارتکاز سے پزل ہوتے ہوئے طوبیٰ شاہ نے فوراً سلام کیا تھا۔ جو صرف اس کا دھیان ہٹانے کے لئے تھا مگر مد مقابل بھی کافی ڈھیٹ تھا جو ہونٹوں میں دبی مسکراہٹ لئے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ یہ مسکراہٹ عروبہ شاہ نے بھی محسوس کی تھی۔ تبھی بولی تھی۔
''میرا خیال ہے کہ اندر سب کے پاس چلنا چاہئے۔''
''جو حکم سرکار کا۔'' اس نے شروع ہی سے دوستانہ مزاج پایا تھا۔ اس وجہ سے جلد ہی ان میں گھل مل گیا تھا۔
وہ کبھی بڑی حویلی کے چکر لگاتے تو کبھی چھوٹی حویلی کے صحن میں چارپائیاں بچھا کر دوستانہ محفل سجاتے تھے جن میں عروبہ شاہ کا چھوٹا بھائی ولی شاہ بھی شامل ہوتا تھا۔ زین شاہ کی نظروں نے شروع دن ہی سے طوبیٰ شاہ کو پیغام محبت دیا تھا۔ طوبیٰ شاہ نے آہستہ آہستہ زین شاہ کی محبت کا جواب دینا شروع کر دیا تھا۔ بڑی خاموش محبت تھی ان کی، زین شاہ پہروں اسے دیکھتا اور وہ بھی اپنی نگاہوں کو زین شاہ کی آنکھوں میں ڈال کر سارے افسانے کہہ ڈالتی اور زین شاہ ہولے سے مسکرا دیتا۔ وہ زین شاہ کی محبتوں میں اس قدر مدہوش تھی کہ پوری دنیا سے بے نیاز ہو گئی تھی۔ اس چیز سے بھی ان جان کہ صرف اسی کا دل زین شاہ کے نام پر نہیں دھڑکتا۔ اسی کا وجود کسی کے قدموں کی آہٹ سن کر نہیں کانپتا بلکہ ایک اور وجود زین شاہ کے عشق میں مبتلا تھا اور وہ وجود عروبہ شاہ کا تھا۔



علی شاہ لیلیٰ شاہ کی محبت کو ہر لمحے بڑی شدت سے محسوس کر رہا تھا اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بیزار ہوتا جا رہا تھا۔ علی شاہ لیلیٰ شاہ کی دیوانگی کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہ تھی۔ اس دن شاہ بابا نے علی شاہ کو اپنے کمرے میں بلایا تھا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو شاہ بابا اپنی مخصوص کرسی پر براجمان تھے۔ علی شاہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ذرا توقف کے بعد بولے۔
''علی شاہ! اگر کوئی چیز غلط نظر آ رہی ہو تو اسے پہلے ہی روک لینا چاہئے، ورنہ آگے چل کر وہی نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔'' شاہ بابا نے اپنی بات کے اختتام پر اس کی طرف دیکھا۔
''میں کچھ سمجھا نہیں شاہ بابا۔'' علی شاہ نے وضاحت چاہی۔
''لیلیٰ شاہ! ہم لیلیٰ شاہ کی بات کر رہے ہیں۔ اس کی دیوانگی تمہارے لئے کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اس کے قدموں کو روکو علی شاہ اس سے پہلے کہ بیس برس پہلے کی کہانی حویلی میں پھر سے دہرائی جائے۔''
''شاہ بابا! آپ جانتے ہیں کہ لیلیٰ کو میں نے یہ راہ نہیں دکھائی وہ خود ان راستوں پر چل رہی ہے۔'' اس نے اپنی صفائی پیش کی۔
''علی شاہ! ہم تمہیں کوئی الزام نہیں دے رہے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ پرواز سے پہلے ہی پرندے کے پر کاٹ دیئے جائیں تو پرندہ چاہتے ہوئے بھی اڑ نہیں سکے گا۔''
''یعنی؟''
''لیلیٰ شاہ کی شادی! اس کی شادی کسی سے بھی ہو جائے یہی بہتر ہے۔''
''لیلیٰ شاہ سے شادی کون کرے گا؟ اور کیا وہ راضی ہو جائے گی؟ خاندان کا کوئی لڑکا لیلیٰ کو اس کی ماں کے فعل کی وجہ سے اپنانے کو تیار نہیں۔''
''اس کی فکر چھوڑ دو اسے نا چاہتے ہوئے بھی راضی ہونا پڑے گا۔ ہمارے ایک دوست کا بیٹا ہے۔ انہوں نے دیکھ رکھا ہے لیلیٰ کو۔ رشتہ مانگا ہے لیلیٰ کا۔ اور ہم ہاں کر چکے ہیں۔''
''کیا وہ چھوٹی چاچی کے بارے میں۔'' علی شاہ نے بات ادھوری چھوڑ کر ان کی طرف دیکھا۔
''نہیں! اور پتہ نہ ہی چلے تو بہتر ہے علی شاہ! جاؤ جا کر سب کو پیغام دو کہ اس جمعے ہم نے لیلیٰ کا نکاح طے کر دیا ہے۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولے اور اس کے ساتھ ہی علی شاہ بھی وہاں سے اٹھ گیا۔
سیڑھیوں سے پہلے راہداری سے گزرتے ہوئے اس کی نظر لیلیٰ شاہ کے کمرے پر پڑی۔ نظر غیر ارادی تھی مگر لیلیٰ شاہ کے کمرے کی طرف بڑھتے علی شاہ کے قدم بالکل بھی غیر ارادی نہ تھے۔ جس وقت وہ کمرے میں داخل ہوا لیلیٰ شاہ کھڑکی کے دونوں پٹ کھولے باہر ڈوبتے سورج کو دیکھنے میں اس قدر محو تھی کہ اسے علی شاہ کی آمد کی بالکل خبر نہ ہوئی۔ علی شاہ نے پرانے طرز کے دروازے کو کھٹکا کر اس کی محویت کو توڑا۔ لیلیٰ شاہ کی نظریں جب اس کی طرف اٹھیں تو پھر جھکنا بھول گئیں۔ منتظر نظروں کی پیاس بھی نہ بجھنے پائی تھی کہ علی شاہ اس کی طرف سے رخ پھیر گیا۔
''شاہ بابا کا پیغام ہے تمہارے لئے لیلیٰ۔'' اس نے کوئی بھی تمہید باندھے بغیر بات کا آغاز کیا۔

''تو آپ کو شاہ بابا کے پیغام نے پیغامبر بنا کر بھیجا ہے۔لیلیٰ شاہ اس پیغام کے صدقے جائے جس کی وجہ سے آپ نے یہ عزت بخشی۔'' اگر وہ یہ الفاظ کہہ نہ سکی تھی تو اس کا مطلب یہ بھی نہیں تھا کہ علی شاہ نے اس کی آنکھوں سے اس کی سوچ نہیں پڑھی تھی۔

''آپ تشریف تو رکھیں۔'' لیلیٰ شاہ نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''نہیں! میں بیٹھنے نہیں صرف تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ اس جمعے تمہارا نکاح شاہ بابا کے دوست کے بیٹے سے ہو رہا ہے۔شاہ بابا نے مجھے تمہاری رائے جاننے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ یہ بتانے کے لئے بھیجا ہے کہ اس جمعے تیار رہنا۔اسے شاہ بابا کا حکم سمجھنا لیلیٰ شاہ۔'' اس نے اپنی بات مکمل کر کے لیلیٰ شاہ کے چہرے کی طرف دیکھا جس سے زردیاں جھلک رہی تھیں۔کانپتے لبوں کی سسکیاں اور ماند پڑتی آنکھوں کے موتی بڑی آس مگر خاموشی سے علی شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔اس سے پہلے کہ وہ جانے کے لئے پلٹتا اور دہلیز پار کر جاتا لیلیٰ شاہ کی آواز نے اس کے قدموں کو جکڑا۔

''اگر مجھے شاہ بابا کے حکم سے اختلاف ہو تو۔'' علی شاہ اس کے لفظوں پر پورے کا پورا اس کی طرف گھوم گیا۔اس کے چہرے پر غصے اور برہمی کے تاثرات تھے۔

''تو لیلیٰ شاہ! شاہ بابا تمہارا فیصلہ بعد میں کریں گے اس سے پہلے میں تمہیں ختم کر دوں گا۔ مجھے حویلی اور شاہ بابا کی عزت لیلیٰ شاہ کی جان سے بڑھ کر عزیز ہیں۔'' اس نے انگلی اٹھا کر لیلیٰ شاہ کو وارننگ دی۔

لیلیٰ شاہ مسلسل اضطراب سے کبھی دوپٹے کے کونے کو انگلی پر لپیٹتی کبھی آزاد کرتی تھی جسم علی شاہ کو کھو دینے کے احساس سے کانپ رہا تھا۔لبوں سے نکلتے الفاظ اس دفعہ آنسوؤں کی آمیزش لئے ہوئے تھے۔

''علی شاہ! آپ کو مجھ سے اتنی نفرت کیوں ہے؟ اگر میری ماں حویلی سے بھاگی تھی تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ظلم تو میرے ساتھ بھی ہوا تھا۔مگر بچپن سے لے کر آج تک شاہ بابا اور آپ کی نفرت کی حق دار ٹھہری ہوں۔شاہ بابا ہمیشہ مجھے میری ماں کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔اگر مجھے میرے باپ کے حوالے سے دیکھا جائے تو میں بھی تو اس حویلی کی عزت ......''

''نہیں ہو تم اس حویلی کی عزت۔'' وہ درشتی سے اس کی بات کاٹ کر بولا۔''لیلیٰ شاہ ساری زندگی یہی بات سب نے تم سے چھپائی ہے کہ تمہاری رگوں میں حویلی والوں کا خون نہیں ہے۔'' لیلیٰ شاہ یہ الفاظ سن کر سکتے میں آئی تھی۔آنکھوں میں ناقابل برداشت تکلیف کے تاثرات لئے سرخی میں بلاتی وہ غم کی تصویر لگ رہی تھی۔

''جب چھوٹی چاچی کی شادی ہوئی تھی تو تمہارا دو ماہ کا وجود ان کی کوکھ میں تھا۔جاؤ جا کر پوچھو شاہ بی بی' پھوپو یا اماں سے۔سب جانتے ہیں تمہارے وجود کی حقیقت۔'' علی شاہ کا انکشاف اس قدر تکلیف دہ تھا کہ اسے لگا تھا اس کے وجود کو آروں سے کاٹا جا رہا ہے۔وہ سر جھکائے اس حقیقت کو قبول کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ دوبارہ گویا ہوا۔

''تمہیں حویلی والوں کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ لیلیٰ نا صرف تمہیں اپنا نام دیا بلکہ تمہاری ماں کے جانے کے بعد بھی حویلی والوں نے تمہارے وجود کو قبول کیا۔کم از کم ان محبتوں کی لاج ہی رکھ لو جو ساری زندگی بی بی' اماں' مریم اور پھوپو سے وصول کی ہیں۔ورنہ فیصلہ تو وہی ہو گا جو شاہ بابا کر چکے ہیں۔'' وہ مڑا تھا اور کمرے کی دہلیز پار کر گیا تھا۔یہ دیکھے بنا کہ اس کے سفاک انکشاف نے ایک زندہ وجود کو پہلے بت بنایا تھا اور پھر وہ بت زمین پر گر کر چکنا چور ہو گیا تھا۔



وہ کچن میں کام کر رہی تھی کہ زین شاہ نے اندر جھانکا اسے تنہا پا کر اسے شرارت سوجھی تھی۔دبے قدموں آگے بڑھ کر ارادہ اسے ڈرانے کا تھا کہ اس کی چیخ سن کر بے اختیار اس کی طرف بڑھا تھا اور اسے کندھوں سے تھام کر اپنی جانب کر لیا تھا۔

''طوبیٰ کیا ہوا؟ بتاؤ! بولو نا؟ وہ بے قراری سے مسلسل اس سے پوچھ رہا تھا۔تبھی اس کی شوخ ہنسی پورے کچن میں گونجی۔

''میں نے سوچا زین شاہ کہ تمہارے ڈرانے سے پہلے چیخ مار دوں۔''

زین شاہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں تمہیں ڈرانے والا ہوں؟''

''سامنے الماری کے آگے شیشہ بھی ہے اور اللہ نے مجھے آنکھیں بھی دی ہیں۔میرا رخ شیشے کی ہی طرف تھا جب صاحب انٹر ہوئے تھے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''تم یوں کیوں نہیں کہتیں کہ ہر وقت تم ہی پر نظر رکھتی ہوں اس وجہ سے ہر چیز میں تم ہی نظر آتے ہو۔''

''بڑی خوش فہمی ہے جناب کو اپنے بارے میں۔'' وہ رخ موڑ کر چینی کے ڈبے کا ڈھکن کھولنے لگی جو اتنی زور سے بند تھا کہ کھل ہی نہیں رہا تھا۔

''خوش فہمی نہیں خوش قسمتی سے کسی کی شریق آنکھوں میں کچھ عرصہ پہلے ہی اپنی تصویر دیکھی ہے۔'' وہ دونوں بازو سینے پر باندھے شیلف سے ٹیک لگائے کھڑا تھا جبکہ نظریں اس کے ہاتھوں پر تھیں جو اس کے لفظوں پر ذرا رکے تھے پھر سے مصروف ہو گئے تھے۔

''نہ جانے کس نے اتنی زور سے بند کیا ہے کہ کھل ہی نہیں رہا۔'' وہ اس کی شوخ نگاہوں سے بچنے کے لئے ڈبہ وہیں شیلف پر رکھ کے رخ پھیر گئی تھی۔مقصد صرف بات پلٹنا تھا۔

زین شاہ کے لبوں پر دبی دبی مسکراہٹ ابھری پھر اس کی پشت کو تکتے ہوئے ڈبہ اٹھایا اور ڈھکن کھول کر اس کے آگے رکھ دیا۔طوبیٰ نے اس کی طرف دیکھا۔وہ اس کی مسکراتی جذبے لٹاتی نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے نگاہیں پھر جھکا گئی تھی۔

''سوچ رہا ہوں طوبیٰ ایک ڈھکن تو تم سے کھلتا نہیں میرے دل کے دروازے کو کس طرح کھول دیا تھا تم نے؟'' وہ آگے بڑھ کر طوبیٰ کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لیتے ہوئے بولا۔اس نے ایک دم اس کے حصار کو توڑا اور شوخ لہجے میں بولی۔

''سارا زور تو میں نے لگایا آخر میں ڈھکن آپ نے کھولا تو کون سا کارنامہ انجام دیا۔'' پھر دروازے کی سمت بڑھتے ہوئے پلٹی۔

''دل کے دروازے زور زبردستی سے نہیں کھلتے۔جس دن زین شاہ آپ کی آنکھوں میں اپنی محبت کی سچائی دیکھی تھی اسی دن میری نظروں نے آپ کے دل پر دستک دینی شروع کر دی تھی۔یہاں تک کہ آپ کو دروازہ دل کھولنا پڑا۔کارنامہ آپ نے نہیں میں نے انجام دیا ہے زین شاہ!'' وہ اپنی بات ختم کر کے وہاں ٹھہری نہیں تھی۔

زین شاہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بالوں میں پھیرا اور سر کو جھٹک کر خود بھی سرشاری سے مسکراتا باہر اس کے پیچھے چل دیا۔



مریم جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی لیلیٰ کے وجود کو زمین پر بے ہوش پا کر اس کی جان ہی نکل گئی۔وہ گھبرا کر اس کی طرف بڑھی اور اسے پکارا۔

''لیلیٰ کیا ہوا؟ شاہ بی بی' اماں' پھوپو جلدی آئیں' لیلیٰ کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے؟'' وہ روتے ہوئے مسلسل پکار رہی تھی۔

پھوپو اور زینب شاہ مریم کی آواز سن کر لیلیٰ کے کمرے کی طرف دوڑیں۔

''لیلیٰ! بیٹا ہوش کرو! مریم! جاؤ پانی لے کر آؤ۔'' انہوں نے مریم سے کہا جو فوراً پانی لے آئی تھی۔

پھوپو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے ہوئے اسے مسلسل ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں۔زینب شاہ پھر مریم سے مخاطب ہوئیں۔''جاؤ مریم! جا کر کسی کو بلا کر لاؤ۔میری بچی کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے!''

''لیلیٰ شاہ ہوش کرو۔'' انہوں نے پھر اسے پکارا۔اس دفعہ ساکن وجود میں ہلچل ہوئی تھی اور لیلیٰ شاہ نے دھیرے سے آنکھیں کھول دی تھیں۔ماحول سے مانوس ہونے کے بعد اس کی نظر سب سے پہلے پھوپو پر پڑی تھی اور وہ ان کے سینے سے لگ کر بلک اٹھی تھی۔

''پھوپو! وہ کہتا ہے کہ میں شاہوں کا خون نہیں ہوں۔'' وہ لیلیٰ شاہ کی بات پر ساکت رہ گئی تھیں۔

زینب شاہ نے اسے آگے بڑھ کر تھام لیا۔''کون کہتا ہے لیلیٰ؟''

''اماں! علی شاہ کہتے ہیں کہ میں شاہوں کا خون نہیں ہوں۔'' وہ مسلسل بلکتے ہوئے ان سے لپٹ رہی تھی۔اسی وقت مریم علی شاہ کے کمرے میں داخل ہوئی۔

''علی شاہ! مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔'' زینب شاہ نے علی شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔علی شاہ سمجھ گیا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہیں۔

''علی شاہ! مجھے تمہاری اس حرکت سے بے حد دکھ پہنچا ہے۔تمہیں کس نے حق دیا تھا کہ تم اس معصوم کے دل پر چوٹ لگاؤ۔لیلیٰ میری بیٹی ہے تم نے لیلیٰ کی نہیں اپنی ماں کی تربیت کی بے عزتی کی ہے۔''

''اماں جانی!'' وہ اپنی ماں کے لفظوں کی شدت کی تاب نہ لا سکا۔

''مریم اسے کہو یہاں سے چلا جائے۔'' وہ لیلیٰ کو اٹھا کر بستر کی طرف بڑھی تھیں کہ علی شاہ سہارا دینے کو آگے بڑھا۔

''مجھ میں ابھی اتنی ہمت ہے کہ اپنی بچیوں کا بوجھ سہار سکوں۔'' وہ اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے دوبارہ گویا ہوئیں تو علی شاہ تڑپ گیا۔

وہ لیلیٰ شاہ سے جتنی نفرت کرتا تھا اپنی ماں سے اتنی ہی محبت تھی اسے۔آج لیلیٰ شاہ کی وجہ سے پہلی بار ان کی ڈانٹ سننا پڑی تھی۔یہی بات لیلیٰ شاہ سے نفرت میں کچھ اور اضافہ کر گئی تھی۔وہ اس کی کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھیں۔وہ اپنا غصہ ضبط کرتا کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

''لیلیٰ! وہ جھوٹ بولتا ہے۔تم ہماری بیٹی ہو۔ہمارا خون ہو۔'' پھوپو نے آگے بڑھ کر اسے یقین دلایا تھا مگر اب وہ ساکت نگاہوں کے ساتھ لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔یہ معلوم نہیں تھا کہ اسے زیادہ اذیت علی شاہ کی نفرت کی ہے یا اپنے وجود کے اس قدر ارزاں ہونے کی۔کمرے کی خاموشی کچھ اور بھی بڑھ گئی تھی۔

''عروبہ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' طوبیٰ شاہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔وہ دونوں حویلی سے سیر کے لئے نکلی تھیں اور اب اس ندی کے پانی میں

پاؤں ڈال کر بیٹھی ہوئی تھیں۔

''کہو!'' وہ زمین سے گھاس توڑتی ہوئی بڑے مگن انداز میں بولی۔

''وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے عروبہ!'' عروبہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''کون؟......ولی بھائی کی بات کر رہی ہو۔'' عروبہ نے اندازہ لگانا چاہا۔

''نہیں!''

''تو؟......''

''زین! زین شاہ کی بات کر رہی ہوں۔'' اُس کے انکشاف نے عروبہ شاہ کے گرد سینکڑوں دھماکے کیے تھے۔

''تم مذاق کر رہی ہو۔''

''نہیں! زین اور میں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں۔ زین جلد ہی علینا پھوپو کو میرے رشتے کے لئے بھیجنے والے ہیں عروبہ! تم امی سے کہنا کہ انکار نہ کریں' میں زین کے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

وہ سر جھکائے اور بھی نہ جانے کیا کہہ رہی تھی جبکہ عروبہ شاہ کا دل چاہ رہا تھا کہ اسی ندی میں طوبیٰ شاہ کو دھکا دے کر مار دے۔

''چلو حویلی چلتے ہیں طوبیٰ۔'' تھوڑی دیر بعد اس نے اپنی حالت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''اتنی جلدی ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو ہم ادھر آئے ہیں۔'' طوبیٰ شاہ نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

''گھر چل کر تمہارے دل کو بھی ٹھکانے لگانا ہے۔'' وہ اپنی حالت اور نفرت پر قابو پاتے ہوئے بڑی خوشگواری سے بولی۔

حویلی پہنچنے پر پہلا سامنا زین شاہ سے ہوا جس کی آنکھوں کی چمک طوبیٰ شاہ کو دیکھتے ہوئے بڑھ گئی تھی اس کی آنکھوں کی بڑھتی ہوئی چمک نے عروبہ شاہ کی نفرت میں اور اضافہ کیا تھا۔

''کہاں تھیں تم دونوں۔ میں کب سے تلاش کر رہا تھا مگر فوجیں نظر ہی نہیں آئیں۔'' وہ پوچھ تو بظاہر عروبہ سے رہا تھا مگر نظریں طوبیٰ شاہ کا حصار کیے ہوئے تھیں۔

''فوجیں محاذ کی تیاریوں میں مصروف تھیں اس وجہ سے آپ کو نظر نہیں آئیں۔'' عروبہ کے الفاظ بڑے معنی خیز تھے۔ وہ ہنس کر ہنس پڑا تھا۔

''اگر مخالف بغیر لڑے ہی ہتھیار ڈال دے تو!'' طوبیٰ شاہ اس کی بات سمجھ کر مسکرا کر سر جھکا گئی تھی۔

ان دونوں کی نگاہوں میں محبت کا دریا پوری طغیانیوں کے ساتھ رواں تھا یہ جانے بغیر کہ نفرت ان کے بہت قریب کھڑی تیزی سے سازشوں کا جال بُن رہی ہے۔



آج لیلیٰ شاہ کے لئے قیامت کا دن تھا۔ اس کے ہاتھ پر مہندی تو لگی تھی مگر علی شاہ کے نام کی نہ تھی۔ وہ جانتی تھی شاہ بابا کے ہوتے ہوئے کوئی اس کی بات نہیں سنے گا۔ دوسری بات یہ بھی تھی کہ علی شاہ کے انکشاف کے بعد وہ مزید کسی احتجاج کے قابل بھی نہ رہی تھی۔ خود کو حالات کے سپرد کر کے خود لیلیٰ شاہ ایک زندہ لاش بن گئی تھی۔

''علی شاہ! کسی اور کی ہو بھی جاؤں تو کیا فرق پڑتا ہے جب دل ہی تمہارا ہے۔'' دلہن کا روپ لئے وہ سوچ رہی تھی۔

''اے میرے خدا! شکوہ کسی سے بھی نہیں۔ میں نے تو ساری زندگی تجھے معبود مانا' تجھے پکارا۔''

اس مرتبہ آنکھیں آنسو ضبط کرنے کی وجہ سے سرخ ہوگئی تھیں۔

''کیا تیرے اتنے خزانوں میں سے ایک علی شاہ نہیں مل سکتا تھا یا میری طلب بہت بڑی تھی؟'' حد ضبط اس سوچ پر ختم ہوگئی تھی اور لیلیٰ شاہ پھوٹ پھوٹ کر اپنے نصیبوں کو رو رہی تھی۔ جب مریم شاہ اور زینب شاہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

زینب شاہ کے چہرے سے پریشانی عیاں تھی۔ جبکہ لیلیٰ شاہ کا دل آنے والے وقت کے خوف سے سکڑ گیا تھا۔

''لیلیٰ! لڑکے والوں نے بارات لانے سے انکار کر دیا ہے۔ نہ جانے کس نے جا کر انہیں تمہاری ماں کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کی ہیں۔ باہر سارے مہمان جمع ہیں۔ نہ جانے شاہ بابا کا اگلا قدم کیا ہوگا۔'' وہ لیلیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے پریشانی سے بولیں۔

تھوڑی دیر بعد ساجد شاہ کمرے میں داخل ہوئے ان کے ہاتھ میں کچھ پیپرز تھے۔

''لیلیٰ بیٹا ان پر دستخط کر دو۔'' انہوں نے کاغذات اس کے آگے رکھے۔

''دستخط کیسے؟'' زینب شاہ نے سوال کیا۔

''لیلیٰ کا نکاح ہو رہا ہے۔''

''کس کے ساتھ؟'' وہ حیران ہوئیں۔

''علی کے ساتھ۔''

زینب شاہ اور مریم نے حیرانگی سے انہیں دیکھا تھا۔ لیلیٰ شاہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا جیسے اسے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔ وہ آنکھوں میں بے یقینی لئے انہیں دیکھ رہی تھی۔ جب وہ بولے۔

''دستخط کرو لیلیٰ بیٹا۔''

''بابا!......'' اس کے ہونٹوں نے ہلکی سی سرگوشی کی تھی پھر دوسرے ہی لمحے اس نے جھک کر کاغذات پر دستخط کر دیئے تھے۔ ساجد شاہ جیسے ہی کمرے سے باہر گئے مریم شاہ اس سے لپٹ گئی۔ زینب شاہ نے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا تھا۔ جبکہ وہ سوچ رہی تھی کہ خدا اپنے بندوں کو اک پل میں کس طرح نواز دیتا ہے۔ اسے اس بات سے غرض نہ تھی کہ علی شاہ نے کس وجہ سے اور کیوں اسے قبول کیا ہے۔ بس اتنا ہی کافی تھا کہ وہ علی شاہ کے نام ہوگئی تھی۔

''لیلیٰ شاہ! آج تم بے وفا ہو ہی گئیں کچھ میرا ہی خیال کیا ہوتا کہ اتنے بڑے کمرے میں اکیلی کس طرح سوؤں گی۔'' مریم اسے چھیڑ رہی تھی۔

لیلیٰ شاہ ابھی بھی بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔ سارا دن اسی طرح بیٹھے گزر گیا تھا۔ رات ہو رہی تھی جب زینب شاہ دوبارہ اس کے کمرے میں آئیں۔ اس کے مقابل بیٹھتے ہوئے اس کا جھکا ہوا سر اٹھایا اور آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی۔

''وہ بھی دلہن بن کر ایسی ہی حسین لگ رہی تھی۔'' وہ بے خودی سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''کون؟'' لیلیٰ شاہ نے سوال کیا۔

''کوئی نہیں۔'' وہ سر جھٹک کر جیسے حال میں لوٹی تھیں۔

''آج کیا یہیں بیٹھے رہنے کا ارادہ ہے؟'' لیلیٰ شاہ نے شرماتے ہوئے سر جھکا لیا۔

''چلو اٹھو! تمہیں تمہاری منزل تک چھوڑ آؤں۔''

''اماں!......'' لیلیٰ شاہ نے شرمائے لہجے میں شکوہ کیا اور ان کی مسکراتی نظروں کو دیکھتے ہوئے اک پل نظروں کو جھکایا پھر آگے بڑھ کر ان کے گلے سے لگ گئی۔



وہ مسلسل اضطرابی حالت میں اپنے کمرے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چکر لگا رہا تھا جب اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور پھر دروازہ کھول کر زینب شاہ اندر داخل ہوئیں۔

''اماں! آپ یہاں میرے کمرے میں آپ نے کیوں زحمت کی مجھے بلوا لیا ہوتا۔'' وہ آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ تھام کر بولا۔

''تمہاری امانت تمہارے سپرد کرنے آئی تھی سوچا خود چل کر دے آؤں۔''

''امانت! کیسی امانت؟'' علی شاہ نے سوال کیا۔

وہ پلٹی تھیں جب دوبارہ اندر آئیں تو دلہن بنی لیلیٰ شاہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا۔ علی شاہ کی آنکھوں میں نفرت چمکی مگر اپنی ماں کی وجہ سے خود پر ضبط کیے کھڑا تھا۔ ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ لیلیٰ شاہ کے حسین وجود کو دھکے مار کر باہر نکال دے۔

''علی! یہ مجھے بے حد عزیز ہے۔ اس کے ساتھ اگر تم نے کوئی بھی زیادتی کی تو میں جواب طلبی بھی تم سے کروں گی۔'' زینب شاہ اسے علی شاہ کے حوالے کر کے خود کمرے سے چلی گئی تھیں۔

اب کمرے میں علی شاہ اور لیلیٰ شاہ کے ٹھنڈے کانپتے وجود کے سوا کوئی نہ تھا۔ لیلیٰ شاہ نے ہمت کر کے آنکھیں اٹھا کر اپنے مقابل کو دیکھا جو پوری نفرت اور غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''بہت شوق تھا نا تمہیں میری زندگی میں شامل ہونے کا۔ ہو گیا شوق پورا۔ پڑ گئی ٹھنڈ سینے میں۔'' وہ آگے بڑھ کر دھاڑا۔ لیلیٰ شاہ اس کے لہجے اور لفظوں پر سہمتی دروازے کے ساتھ جا لگی تھی۔

''اگر مجھے شاہ بابا کی عزت کی پروا نہ ہوتی تو کبھی تمہارے گندے وجود کو اپنے سر نہ لیتا۔'' وہ اس کا ہاتھ سختی سے پکڑتے ہوئے بولا۔

''کیا سوچا تم نے کہ علی شاہ تمہاری محبت سے پگھل گیا ہے؟ لیلیٰ شاہ اب تمہاری ساری دیوانگی نکالوں گا۔ اس طرح بساؤں گا تمہیں کہ زندگی پر موت کو فوقیت دو گی۔'' علی شاہ کی آنکھوں میں غصے سے دیوانگی اتر آئی تھی۔ علی شاہ نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے کمرے کے وسط میں لا کر پھینک دیا تھا۔

''بتاؤ کتنی محبت کرتی ہو مجھ سے۔'' لیلیٰ شاہ اس کے غصے سے ڈرتی ہوئی فرش پر پیچھے کھسکتی جا رہی تھی۔

''بولو بولتی کیوں نہیں؟'' علی شاہ نے آگے بڑھ کر اس کا چہرہ اپنی انگلیوں میں جکڑا۔

''ساری زندگی زندہ لاش بنا کر رکھ دوں گا لیلیٰ شاہ تمہاری۔'' وہ دیوانگی سے اس کے منہ پر تھپڑ برسا رہا تھا۔ جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا لیلیٰ شاہ کا جسم نڈھال ہو چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ ہوش وحواس سے بیگانہ ہوتی وہ پھر اس پر جھکا تھا۔ ''بس لیلیٰ شاہ! اتنی ہی ہمت تھی۔ ابھی تو رات باقی ہے۔ ابھی تو اپنے شوہر ہونے کا حق بھی وصول کرنا ہے۔ حادثاتی طور پر سہی بیوی تو ہو نا میری۔'' وہ سفاکی سے شعلے اگل رہا تھا۔

لیلیٰ شاہ نے بہ مشکل اپنی آنکھوں کو بند ہونے سے روکا تھا پھر ہوش وحواس سے بیگانہ ہو کر خود کو علی شاہ کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا تھا۔

عروبہ شاہ نے اپنا پلان نہایت کامیابی سے آگے بڑھایا تھا۔ اک طرف تو طوبیٰ شاہ اور زین شاہ کی محبت کی رازدار بن کر ان کی نگاہوں میں معتبر ٹھہری تھی تو دوسری طرف اپنے بھائی ولی شاہ کو طوبیٰ شاہ کی محبت کا یقین دلا کر اس مقام پر لے آئی تھی کہ طوبیٰ شاہ ولی شاہ کی محبت کے ساتھ ضد بن گئی تھی۔

زین شاہ طوبیٰ شاہ کو واپسی کے وعدے کا یقین دلا کر واپس امریکہ چلا گیا تھا۔ اب زین شاہ کی یادیں تھیں اور طوبیٰ شاہ!

آج کل وہ ولی شاہ کی وجہ سے بھی بے حد پریشان تھی جو اشاروں کنائیوں میں اسے نہ جانے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس دن بھی وہ صحن میں اکیلی بیٹھی زین کے متعلق سوچ رہی تھی کہ ولی شاہ اس کے پاس آ بیٹھا۔

''کیا سوچ رہی ہو طوبیٰ؟'' آنکھیں اس کے روپ پر سجائے وہ پوچھ رہا تھا۔

''کچھ نہیں۔'' اسے دیکھ کر طوبیٰ شاہ نے زمین پر جھولتا دوپٹہ فوراً اوڑھا تھا اور اس کی طرف سے رخ پھیر گئی تھی۔ اس کی یہ حرکت ولی شاہ کی نظروں سے چھپی نہیں تھی۔

''اگر میں کہوں کہ میرے بارے میں سوچنا شروع کر دو تو!'' وہ بے باکی سے اس کے سامنے آ کر بولا۔

''ولی شاہ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں میں نے آپ کے متعلق کبھی اس طرح نہیں سوچا۔'' وہ کچھ پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''نہیں سوچا تو اب سوچ لو۔ سوچنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔''

''مگر یہ ممکن نہیں ہے ولی شاہ۔''

''کیوں ممکن نہیں ہے! کہیں تم کسی اور کو تو ......؟''

''ولی شاہ! پیچھے ہٹیں مجھے اندر جانا ہے۔'' وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے آگے بڑھی تھی کہ اچانک اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اسے قریب کرتے ہوئے ہونٹ اس کے کانوں کے پاس لا کر ضدی لہجے میں بولا۔

''طوبیٰ شاہ! تم میری بات کا جواب دیے بغیر نہیں جا سکتیں۔ میں بہت دنوں سے تمہاری بے رُخی برداشت کر رہا ہوں۔ اب مزید کوئی چیز برداشت نہیں کروں گا۔ تم میری ہو صرف میری اور ولی شاہ تمہیں کسی کا نہیں ہونے دے گا۔''

وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی پھر سارے حوصلے جمع کر کے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

''نہیں ولی شاہ! طوبیٰ شاہ نہ کبھی تمہاری تھی اور نہ کبھی ہوگی۔ طوبیٰ شاہ کا وجود صرف زین شاہ کی امانت ہے۔ اس کے سوا کسی کا حق نہیں ہے۔ طوبیٰ شاہ پر اور نہ میں یہ حق کسی اور کو دوں گی۔'' وہ ولی شاہ کو وہیں چھوڑ کر اندر کی طرف چلی گئی تھی۔

''طوبیٰ شاہ! ولی شاہ تمہیں یہ حق لے کر دکھائے گا۔'' ولی شاہ کی سوچ میں انتقام کا جذبہ بھی شامل ہو گیا تھا۔

عروبہ کتنے دنوں کے بعد اسے بلانے آئی تھی۔

''طوبیٰ! اتنے دن ہو گئے تو تم حویلی نہیں آئیں۔ بابا اور بی بی بھی تمہارا پوچھ رہے تھے۔ چلو آج میں تمہیں لینے آئی ہوں۔'' اس کے لہجے میں اتنا اصرار تھا کہ وہ انکار نہ کر سکی اور رہنے کے لئے حویلی چلی آئی تھی۔ اُسے حویلی میں ٹھہرے آج تیسری رات تھی کہ بارش کی وجہ سے لائٹ چلی گئی۔ عروبہ اسے کمرے میں تنہا چھوڑ کر باہر گیس لائٹ کا انتظام کرنے گئی تھی۔ وہ غنودگی میں تھی کہ اسے اپنے اوپر کسی کا وزن محسوس ہوا۔ نیند بھری آنکھیں کھول کر کیفیت کا اندازہ کرنا چاہا تو ولی شاہ کو نشے کی حالت میں خود سے قریب پا کر وہ پوری جان سے لرز گئی۔ ''تم سے کہا تھا نا طوبیٰ شاہ! تمہیں کسی اور کا نہیں ہونے دوں گا۔'' وہ اس پر جھکا بہکے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ چیخنا چاہتی تھی مگر خوف کے مارے چیخ نہیں پا رہی تھی۔

''آپ ایسا نہیں کر سکتے ولی شاہ!'' وہ خوف سے ڈرتے ہوئے التجا کر رہی تھی۔ ''میں آپ کے خاندان کی عزت ہوں آپ کو خدا کا واسطہ ولی شاہ ہوش کریں۔''

''ہوش میں ہی تو آیا ہوں طوبیٰ شاہ اور اب مدہوش ہونا چاہتا ہوں۔'' طوبیٰ شاہ کی کسی التجا کا اثر اس پر نہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ طوبیٰ شاہ کا سارا وجود پتھر ہو گیا تھا۔



اپنے نڈھال وجود کو نہ جانے رات کے کون سے پہر بستر تک لائی تھی۔ علی شاہ اس پر ستم ڈھانے کے بعد کمرے میں نہیں رکا تھا۔ نہ جانے کون سا لمحہ تھا جب اس کی آنکھ لگی تھی۔

سچ کہا ہے کسی نے کہ نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے۔ صبح جب علی شاہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ آنکھیں کھولے بستر پر نیم دراز تھی۔

''بس لیلیٰ شاہ اتنا ہی حوصلہ تھا ابھی تو آغاز ہے۔ انجام دیکھنے کی ہمت تو انسان میں ہونی چاہئے۔'' وہ اپنی شال اس پر پھینکتے ہوئے بولا۔

''آپ آغاز کہتے ہیں لیلیٰ شاہ کی محبت کو تو انجام مل گیا ہے۔ رہا حوصلہ اور ہمت تو یہ دل اتنا ڈھیٹ ہے کہ آپ کے ترکش کے تیر سہہ کر بھی آپ ہی کے ساتھ کی ضد کرے گا۔'' اس کی مسکراہٹ اور الفاظ دونوں ہی علی شاہ کو زہر لگ رہے تھے۔

''اس چیز کا اندازہ ہے مجھے کہ تم کس قدر ڈھیٹ ہو۔ اتنی ذلت کے بعد جینا جی داروں کا کام ہی ہوتا ہے۔'' وہ طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے بولا۔

''اتنی جفا سہہ کر جینا عاشقوں کا کام ہوتا ہے علی شاہ! آپ کب تک خود کو میری محبت کی آگ سے بچائیں گے؟ مان کیوں نہیں لیتے اپنے اور میرے تعلق کو۔''

''لیلیٰ شاہ! میں تمہیں اس قدر نفرت دوں گا کہ تمہاری محبت میری نفرت کی آگ میں جھلس جائے گی۔''

''اور لیلیٰ شاہ آپ کو اتنی محبت دے گی کہ آپ کی نفرت کی آگ کو اپنی ٹھنڈک سے مٹا دے۔'' وہ چیلنج کرنے والے انداز میں بولی۔

علی شاہ سے اس کا انداز برداشت نہ ہوا اس نے آگے بڑھ کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔

''لیلیٰ شاہ! علی شاہ کا دل اس مضبوط قلعے کی طرح ہے کہ تم ساری زندگی سر ٹکرا کر مر جاؤ گی پھر بھی اسے فتح نہیں کر سکو گی۔'' اس نے جھٹکے سے اس کے بالوں کو چھوڑا۔

''ضروری نہیں علی شاہ جس سے محبت کی جائے اس کے دل کو فتح بھی کیا جائے۔ آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے تو نہ کریں لیکن مجھے خود سے محبت کرنے سے آپ روک بھی نہیں سکتے۔''

''دیکھ لوں گا لیلیٰ شاہ کب تک اس دعوے پر قائم رہتی ہو۔''

''آخری سانس تک۔'' وہ بے ساختہ بولی تھی۔ اپنا ہاتھ ہولے سے علی شاہ کے ہاتھ پر رکھا جسے اس نے فوراً جھٹک دیا تھا۔



وہ اگلے دن ہی سب کے روکنے کے باوجود چھوٹی حویلی چلی آئی تھی۔ عروبہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس پر کیا بیتی ہے۔ وہ زندہ لاش بن کر رہ گئی تھی۔ کبھی دل چاہتا کہ خود پر پیٹرول پھینک کر آگ لگا لے۔ نفرت سی ہو گئی تھی اسے اپنے وجود سے۔

''زین شاہ! اب لوٹ کر بھی آؤ گے تو اپنی طوبیٰ شاہ کو کہیں نہ پا سکو گے۔'' اس نے نیند کی گولیاں اپنی مٹھی میں لی تھیں اور نگل گئی تھی۔ لیکن ابھی قدرت کو اس کی زندگی منظور تھی جو وہ بروقت بچا لی گئی تھی۔ ولی شاہ ہی اسے اسپتال لے کر گیا تھا۔

''عروبہ! تم تو اس کی دوست ہو تم بتاؤ اس نے ایسا کیوں کیا؟'' طوبیٰ کی امی ہادیہ شاہ عروبہ سے پوچھ رہی تھیں۔ ''جب سے اسپتال سے آئی ہے بس خلاؤں میں گھورتی رہتی ہے۔'' وہ اپنی اکلوتی بیٹی کے غم سے رو دی تھیں۔

''بات یہ ہے چاچی!'' وہ تھوڑا اٹک کر بولی۔ ''طوبیٰ کسی لڑکے کو پسند کرتی تھی۔ وہ لڑکا طوبیٰ کو دھوکا دے کر بھاگ گیا ہے۔ طوبیٰ نے اس لڑکے کی محبت میں اپنی عزت کا بھی خیال نہیں کیا اور اب ....'' ہادیہ شاہ صدمے سے ساکت ہو چکی تھیں۔

اس بات کو دو ماہ گزرے تھے کہ طوبیٰ شاہ کو اپنے وجود میں تبدیلیوں کا احساس ہوا۔ ہادیہ شاہ کا دل چاہتا تھا کہ وہ طوبیٰ کا گلا اپنے ہاتھوں سے گھونٹ دیں۔ تب ولی شاہ ان کی مشکل دور کرنے آیا تھا۔ اور وہ چپ چاپ سارے مرحلوں سے گزر کر ولی شاہ کی بنا دی گئی تھی۔

''ولی شاہ! میرا وجود ایک لاش کی مانند ہے۔ تم ساری زندگی سر ٹکرا کر مر جاؤ گے لیکن میرے وجود سے کوئی خوشی تمہیں نہیں ملے گی۔'' وہ سرد نگاہوں سے اسے تکتے ہوئے بولی۔ ''اک پل کو دل چاہا تھا ولی شاہ کہ تمہارے چہرے پر تیزاب پھینک دوں۔ پھر سوچا ایسا کرنے سے جو کھو گیا ہے وہ واپس تو نہیں آئے گا۔ ولی شاہ! زین شاہ میرے دل میں اس طرح بسا ہوا ہے کہ تم مر کر بھی اسے نہیں نکال سکتے۔'' وہ بڑی دلیری سے ولی شاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زین شاہ سے اپنی محبت کا اقرار کر رہی تھی۔

''اگر میں اسے تمہارے دل سے نکال نہیں سکتا تو اسے ختم تو کر سکتا ہوں۔'' وہ درشتی سے طوبیٰ شاہ کی کلائی تھام کر بولا۔

یہی بات طوبیٰ شاہ کو ہمیشہ کے لئے چپ کروا گئی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ حویلی کا حصہ بنتے چلی گئی۔ زین شاہ جب لوٹ کر آیا تو اس کی دنیا لٹ چکی تھی۔ دن گزرتے گئے یہاں تک کہ وہ ایک بچی کی ماں بننے کے بعد بھی زین شاہ کو نہ بھول پائی تھی۔ عروبہ شاہ نے زین شاہ کو اپنی جانب متوجہ کرنے کا ہر حربہ آزما لیا۔ ہر بار ناکامی کے بعد وہ طوبیٰ شاہ سے مزید نفرت کرنے لگی تھی۔ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے اس نے جو پلان بنایا وہ اس قدر تباہی لائے گا اس بات کا ادراک عروبہ

شاہ کو بھی نہ تھا۔



علی شاہ سویا ہوا تھا کہ نیند میں اسے اپنے پاؤں پر ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ اس کے ساتھ ہی بھینی بھینی سی دلفریب خوشبو اس کی سانسوں سے ٹکرائی۔ اس نے بیدار ہو کر اک نظر اپنے پاؤں کی طرف دیکھا۔ جہاں ڈھیر سارے گلاب کے پھول پڑے تھے اور پھر اس کی نظر پاس کھڑی مسکراتی لیلیٰ شاہ پر پڑی تو ہونٹ اور بھنویں نفرت سے سکڑ گئیں وہ تیزی سے پاؤں سمیٹتا بستر سے نیچے اتر اتھا۔

''صبح بخیر علی شاہ۔'' وہ اس کے مقابل آتے ہوئے بولی۔

''چاہتی کیا ہو آخر تم؟ ایک تو تمہارے وجود کو قبول کیا اور اوپر سے تمہاری یہ حرکتیں تم ثابت کیا کرنا چاہتی ہو؟'' اس کے لہجے کی درشتی پر وہ سہم گئی تھی مگر اپنا ڈر ظاہر کئے بنا بولی۔

''یہی کہ بہت محبت کرتی ہوں آپ سے۔''

''لیلیٰ شاہ! تم میرے منہ نہ لگا کرو۔'' وہ الماری کی طرف بڑھا۔ اپنے کپڑے نکال کر بستر پر رکھے اور فریش ہونے کے لئے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

لیلیٰ شاہ نے اک نظر اس کے کپڑوں پر ڈالی پھر انہیں تبدیل کر کے ان کپڑوں کی جگہ شلوار قمیص رکھ دی۔ خود بڑے مطمئن انداز میں شیشے کے سامنے بیٹھ کر بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔

اک نظر ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی علی شاہ کی تصویر کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

یہ دل کیا چیز ہے ہم روح میں اتر جاتے
تم نے چاہا ہی نہیں چاہنے والوں کی طرح

جب علی شاہ فریش ہو کر باتھ روم سے باہر آیا تو اپنے کپڑے تبدیل پا کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''میرے کپڑے کس نے تبدیل کئے ہیں؟''

''میں نے۔'' وہ بے نیازی سے کہتی علی شاہ کو مزید غصہ دلا گئی تھی۔

''اتنی جرأت! ابھی بتاتا ہوں کہ علی شاہ کے کاموں میں دخل اندازی کا انجام کیا ہوتا ہے۔'' وہ الماری سے بیلٹ نکالتا اس کی طرف بڑھا۔ لیلیٰ شاہ دو قدم سہم کر پیچھے ہٹی تھی مگر علی شاہ کی درندگی سے خود کو نہ بچا پائی تھی۔

اپنے نڈھال وجود کو لئے سارا دن وہ حویلی میں مصروف رہتی۔ علی شاہ جب اسے فارغ دیکھتا تو پھر نئے کاموں میں الجھا دیتا تھا۔ وہ روز صبح حویلی کے باغ سے ڈھیر سارے پھول توڑ کر لاتی اور جب علی شاہ سویا ہوتا تو اس کے قدموں میں رکھ دیتی۔

اس دن بھی وہ گلاب کے پھول علی شاہ کے قدموں میں رکھ کر مڑنے لگی تھی کہ علی شاہ نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی تھام لی۔

''میں پچھلے چھ مہینے سے تمہاری اس حرکت کو برداشت کر رہا ہوں۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم حد سے آگے بڑھنے لگو۔'' وہ اس کے مقابل آ کر بولا۔

''آپ حد سے آگے بڑھنے ہی کب دیتے ہیں صاحب! آپ سے زیادہ محتاط میں نے محبت میں کسی کو نہیں پایا۔'' وہ آگے بڑھ کر اس کے سینے پر سر رکھنے ہی والی تھی کہ علی شاہ نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر چہرہ اپنے چہرے کے سامنے لاتے ہوئے کہا۔

''لیلیٰ شاہ! میں بے غیرت نہیں ہوں۔ یہ ادائیں علی شاہ کے بجائے کسی اور کو دکھاؤ تو داد بھی ملے گی۔''

تکلیف کے احساس سے لیلیٰ شاہ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

''علی شاہ! آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔'' وہ بال اس کی مٹھی سے چھڑاتی ہوئی بولی۔

''حد! تم نے علی شاہ کی زندگی میں کوئی حد نہیں چھوڑی۔'' اس نے مٹھی میں جکڑے اس کے بالوں کو جھٹکا دے کر اسے اس طرح چھوڑا کہ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور شیشے کے ٹیبل پر جا گری۔ اس سے پہلے کہ علی شاہ اسے سنبھالتا وہ اپنے لہو میں نہا چکی تھی۔

علی شاہ ایک دم ہوش میں آ کر اس کی طرف بڑھا اس کے وجود کو اپنے دونوں بازوؤں میں اٹھائے باہر کی جانب بھاگا تھا۔

لیلیٰ شاہ کو اس حالت میں دیکھ کر سبھی علی شاہ کے پیچھے بھاگے تھے۔ تب تک وہ لیلیٰ شاہ کو جیپ میں لٹا کر اسپتال لے جا چکا تھا۔ سب اس کی خیریت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ وہ خود بھی کوریڈور میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چکر لگا رہا تھا کہ سامنے ڈاکٹر آتا دکھائی دیا۔

''اب کیسی ہے میری بیٹی؟'' زینب شاہ علی شاہ سے پہلے ڈاکٹر کی طرف بڑھیں۔

''شاہ صاحب! آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ کی وائف کے ساتھ آپ کی بے بی کی بھی جان بچ گئی۔'' علی شاہ بے یقینی سے کوریڈور میں کھڑا رہ گیا۔ جب وہ لیلیٰ کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ زینب شاہ سے کہہ رہی تھی۔

''اماں! میرا پیر دوپٹے میں اٹک گیا تھا اور سیدھی ٹیبل پر جا گری۔'' وہ اندر بڑھ آیا۔

علی شاہ کی نظریں اس کے زخمی ہاتھوں پر پڑیں تو پہلی دفعہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس کے اندر آنے کے بعد زینب شاہ اٹھ کر باہر چلی گئی تھیں۔ لیلیٰ شاہ نے پلکیں موندھ لیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے بھی وہ علی شاہ کی نظریں اپنے وجود پر محسوس کر رہی تھی۔ جب اس کی آواز سنائی دی۔

''سوری لیلیٰ! میں چاہے تم سے نفرت کرتا ہوں مگر یہ سب اچانک سرزد ہوا تھا۔'' اس نے اپنی آنکھیں کھول کر علی شاہ کی طرف دیکھا۔

''میں نے کوئی شکوہ تو نہیں کیا علی! آپ جیسا مرضی سلوک کرتے آپ کو حق تھا۔ لیلیٰ شاہ نے تو سارے حق ہی آپ کو دے دیئے ہیں پھر کیسی شکایت علی! لیلیٰ شاہ کی زندگی اگر آپ کی جفا سہتے ختم بھی ہو جاتی تو وہ اپنے رب سے دوسری زندگی کی خواہش کرتی اور اسے بھی آپ کی جفا کی نظر کر دیتی۔ یہاں تک کہ آپ محبت کرنے پر مجبور ہو جاتے۔'' وہ بات کرتے کرتے تھکنے لگی تھی اس وجہ سے خاموش ہو کر دوبارہ پلکیں موند گئی تھی۔ علی شاہ حیرت سے محبت و دیوانگی کے اس پیکر کو دیکھ رہا تھا جس کی دیوانگی ہر دن کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔

وہ اس کی محبت سے متاثر تو ہوا تھا مگر اتنی جلدی جھکنے کو تیار نہ تھا۔ وہ اسے تنہا کمرے میں چھوڑ کر باہر نکل گیا تھا۔

''کوئی بات نہیں علی شاہ! آج نہیں رُکے تو کیا ہوا قدم تو جکڑے جا چکے ہیں۔ جاؤ علی شاہ جہاں مرضی جاؤ میری محبت تمہیں کسی اور کا نہیں ہونے دے گی۔'' لیلیٰ شاہ نے سائیڈ ٹیبل سے چاقو اٹھا کر اس کی نوک سے کلائی پر علی شاہ کا نام لکھ ڈالا تھا۔

''علی شاہ۔'' وہ زیر لب پکاری پھر اپنی کلائی کو آنکھوں پر رکھ لیا تھا۔



حویلی میں وہ عروبہ اور کچھ ملازمین ہی تھے۔ طوبیٰ شاہ اپنی بیٹی کو سلا کر خود عروبہ کے پاس چلی آئی تھی۔

''زین شاہ نے آج تمہیں ندی کے پاس بلایا ہے۔'' طوبیٰ شاہ اس کے لفظوں پر تھوڑا ٹھٹکی۔

''عروبہ! ولی شاہ کو پتہ چلا تو بہت برا ہوگا۔ وہ ڈر گئی تھی۔

''بھائی کو کون بتائے گا؟ زین شاہ تمہارا منتظر ہے اگر تم نہ گئیں تو ہو سکتا ہے وہ اپنی جان بھی دے دے۔'' وہ بڑی چالاکی سے اپنے مہرے کھیل رہی تھی۔ اس نے طوبیٰ شاہ کو چادر اوڑھا کر حویلی کی دہلیز پار کروا دی تھی۔ ولی شاہ جب لوٹ کر آیا تو بڑے دکھی انداز میں اس سے کہا۔

''ولی بھائی! طوبیٰ گھر سے بھاگ گئی ہے۔ زین شاہ نے اسے ندی کے پاس بلایا ہے۔'' ولی شاہ کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا وہ رائفل لے کر جیپ کی طرف بڑھا اور ندی کی طرف نکل گیا۔

''اگر ولی بھائی نے زین پر گولی چلا دی۔'' عروبہ کے جوش پر اب ہوش غالب آنا شروع ہوا تھا۔ وہ اپنے ڈرائیور رفیق کے ساتھ خود بھی ولی شاہ کے پیچھے روانہ ہوئی۔

جب منزل تک پہنچی تو ولی شاہ کی گولی طوبیٰ شاہ کے جسم کو پار کر چکی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ زین شاہ پر گولی چلاتا عروبہ اس کے مد مقابل آ گئی تھی۔

''نہیں! ولی بھائی۔'' وہ ان کے ہاتھ سے رائفل چھیننے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسی کشمکش میں فائر ہوا تھا اور ولی شاہ خود اپنے خون میں نہا کر زمین پر گر گیا تھا۔

زین شاہ سکتے کے عالم میں اپنی محبت کو زمین پر پڑے دیکھ رہا تھا۔ جو ابھی کچھ دیر پہلے اس کے مقابل بیٹھی اپنی بربادی کی داستان سنا رہی تھی اور اب خون میں نہائی اس گھڑی اس کے سامنے تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر طوبیٰ شاہ کے بے جان وجود کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا تھا اور وہاں سے چلتا ہوا تاریک جھاڑیوں میں گم ہو گیا تھا۔

عروبہ شاہ رفیق کی مدد سے ولی شاہ کی لاش حویلی لائی تھی۔ اس میں اپنے گناہ کے اعتراف کی ہمت نہیں تھی۔ حویلی کے ملازمین کے توسط سے یہ خبر شاہ بابا کو ملی تھی کہ طوبیٰ شاہ بھاگ گئی ہے۔

مدت گزر گئی پھر وہ کبھی لوٹ کر اپنے گھر واپس نہ گیا۔ جب کوئی سر پر نہ رہا تو واپسی کے دروازے خود ہی بند ہو گئے۔

ہادیہ شاہ اور ان کے شوہر طوبیٰ شاہ کے غم سے انتقال کر گئے تو چھوٹی حویلی کے دروازے بھی بند ہو گئے تھے۔

عروبہ شاہ نے پھر شادی نہیں کی اور روز رفیق کے ساتھ اس کے در پر معافی مانگنے آ جاتی تھی۔ یہ سلسلہ پچھلے 20 سالوں سے جاری تھا اور زین شاہ کا دل بیس سالوں میں اک لمحے کے لئے بھی عروبہ شاہ کے لئے نرم نہیں ہوا تھا۔



سوچتے سوچتے جب وہ ماضی سے حال میں لوٹا تو رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔ وہ گھنے پیڑ کے نیچے سے اٹھ کر تاریک جھاڑیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔ زین شاہ آگے بڑھا اور مٹی کی ایک ڈھیری کے آگے جا کر دوزانوں بیٹھ گیا۔ پھر بڑی عقیدت سے پاس پڑی ماچس اٹھائی اور ہر رات کی طرح چراغ روشن کرنے کے بعد بولا۔

''جتنی محبت تم سے کی ہے طوبٰی شاہ! اگر خدا سے کرتا تو آج ولی ہوتا۔''

پھر بڑی نرمی سے مٹی کی ڈھیری پر ہاتھ پھیر کر وہیں سر رکھ کر سو گیا تھا۔



علی شاہ مسلسل اس پر برس رہا تھا کہ زینب شاہ کمرے میں داخل ہوئیں۔ لیلیٰ شاہ کو روتے دیکھ کر انہوں نے غصے سے علی شاہ کی طرف دیکھا۔

''علی شاہ! کیا ہو رہا ہے یہ سب؟''

''اماں! میں نے اسے کتنی دفعہ کہا ہے کہ میرے ذاتی کاموں میں مداخلت نہ کیا کرے مگر یہ سنتی ہی نہیں۔''

''بیوی ہے تمہاری حق ہے اس کا......''

''حق اور اب آپ سب لوگ کیا چاہتے ہیں مجھ سے بتائیں؟ جو زبردستی آپ نے کرنی تھی وہ تو کر لی۔ اگر اب آپ لوگوں نے اپنی من مانی کی تو میں خود کو ختم کر لوں گا۔'' وہ غصے سے کہتا باہر چلا گیا تھا۔

لیلیٰ شاہ کو علی کے تیور ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

''اماں! وہ بہت غصے میں باہر گیا ہے مجھے ڈر ہے خود کو کوئی نقصان نہ پہنچا لے۔''

''اس کی اتنی فکر اور اس نے جو تمہارا حال کیا ہے تمہیں اُس کی کوئی پروا نہیں۔ مجھے اس سے زیادہ غصہ تم پر آ رہا ہے تم نے ایک دفعہ بھی کسی کو نہیں بتایا۔'' زینب شاہ نے علی شاہ کا غصہ بھی اُس پر اتارا۔

وہ چپ چاپ سنتی رہی۔ مگر دھیان علی شاہ میں اٹکا ہوا تھا جسے گئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ وہ باہر آئی تھی کہ پھوپو گھبرا کر اس کی طرف آئیں۔

''لیلیٰ! علی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ ملازموں نے آ کر اطلاع دی تھی۔ تمہارے شاہ بابا اور ساجد شاہ اسپتال میں اُس کے پاس ہیں۔

لیلیٰ شاہ کا سارا وجود ساکت تھا۔ وہ پھٹی آنکھوں سے صرف انہیں دیکھے جا رہی تھی۔

وہ تینوں خواتین ڈرائیور کے ساتھ اسپتال آئی تھیں۔ لیلیٰ شاہ کی حالت علی شاہ کو بے ہوش دیکھ کر اور بھی خراب ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر نے اسے تسلی بھی دی تھی کہ معمولی ایکسیڈنٹ ہے۔ مگر اس کا دل نہیں ٹھہر رہا تھا۔ جب اس نے سنا تھا کہ علی شاہ کو ہوش آ گیا ہے تو دیوانوں کی طرح اس کے روم کی طرف دوڑی تھی۔ پھر دروازے میں جا کر رک گئی تھی۔

علی شاہ نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ جس کا دوپٹہ پیروں میں جھول رہا تھا اور وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھے جا رہی تھی۔ پھر وہ پلٹی تھی اور اندر آنے کے بجائے باہر کی طرف بھاگتی چلی گئی تھی۔

اُسے اسپتال سے گھر آئے تیسرا دن تھا۔ لیلیٰ شاہ تین دن سے مسلسل اس کے لئے پریشان پھر رہی تھی۔ علی شاہ سو جاتا تب بھی اسے اپنے پاؤں پر لیلیٰ شاہ کے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوتا۔ رات کو کبھی آنکھ کھلتی تو اس کا سر علی شاہ کے پاؤں پر ہوتا۔

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ کھلی تھی۔ لیلیٰ شاہ اس کے ہاتھ پر اپنا سر رکھ کر روئے جا رہی تھی۔

''یا اللہ! میرے علی کو کبھی کچھ نہ کرنا انہیں میری عمر بھی لگ جائے۔'' وہ اپنے رب سے فریاد کر رہی تھی۔

وہ اس بات سے انجان تھی کہ علی شاہ اس کی فریادیں سن رہا ہے جو اُس پتھر دل کو پگھلا رہی تھیں۔

''علی! آپ کی لیلیٰ آپ کو دکھ نہیں دے سکتی۔ آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں نا! میں آپ کی زندگی سے نکل جاؤں گی۔ بہت دور چلی جاؤں گی۔'' وہ اس کے ہاتھ پر سر ٹکا کر رو دی تھی۔

''علی شاہ! میری جان لے لیں مگر خود کو کچھ نہ کریں۔'' وہ سرگوشیاں کرتے ہوئے وہیں پر سو گئی تھی۔ لیلیٰ شاہ علی شاہ کے سارے کام اس وقت کرتی جب وہ سو رہا ہوتا تھا۔ اس کے جاگتے میں اس کے سامنے بھی نہیں جاتی تھی۔ وہ اس بات سے انجان تھی کہ کوئی اسے بند آنکھوں سے بھی محسوس کرنے لگا تھا۔ چاہے لیلیٰ شاہ اس کے سامنے نہ آتی یا اس سے بات نہیں کرتی تھی مگر علی شاہ جب بھی صبح سو کر اٹھتا تھا تو ڈھیر سارے گلاب کے پھول اس کے پاؤں میں پڑے ہوتے تھے۔ علی شاہ اُن سارے پھولوں کو پہلے کی طرح پھینکتا نہیں تھا بلکہ اس نے ان سارے پھولوں کو سنبھال لیا تھا جبکہ لیلیٰ شاہ اس بات سے انجان تھی کہ وہ علی شاہ کے سینے میں دل بن کر دھڑکنے لگی ہے۔



اب جب اس نے علی شاہ کو اپنی محبتوں کی زنجیر سے آزاد کر دیا تھا۔ تو علی شاہ کہیں جانے کے قابل نہ رہا تھا۔ پہلے لیلیٰ شاہ کی بے قراریاں علی شاہ کو بری لگتی تھیں مگر اب اس کی بے رخی بھی نہیں سہہ پا رہا تھا۔

اُس دن وہ سیڑھیوں سے اتر رہی تھی جسم بے ڈول اور پاؤں سوجے ہوئے تھے۔ آنکھوں کے گرد حلقے اور ویرانیاں لئے وہ علی شاہ کو نارمل نہیں لگ رہی تھی۔ بے دھیانی میں سامنے دیکھتے ہوئے وہ اپنا پاؤں پہلے اسٹیپ پر رکھنے کی بجائے دوسرے پر رکھ گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ گرتی علی شاہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور اسے تھام کر وہیں سیڑھیوں پر بٹھا کر اس کے پاؤں دیکھنے لگا۔ پھر اسے دونوں کندھوں سے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے بولا۔

''لیلیٰ کیا حالت بنالی ہے کیوں کر رہی ہو ایسا؟ ترس نہیں آتا تمہیں خود پر......''

''ترس ہونہہ! ترس کس کو آیا مجھ پر شاہ بابا کو جو میری ماں کی سزا مجھے دیتے رہے۔ میری ماں کو جو مجھے دو ماہ کا چھوڑ کر بھاگ گئی یا آپ کو علی شاہ کس کو ترس آیا مجھ پر؟ کسی کو بھی نہیں تو پھر کیوں کروں اپنا خیال میں۔ مر جانے دیں علی شاہ مجھے کم از کم آپ کو تو میری دیوانگی سے نجات مل جائے گی۔''

علی شاہ نے اسے اپنی بانہوں میں اٹھایا اور کمرے میں لے جا کر بیڈ پر لٹا دیا۔ وہ دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔

لیلیٰ شاہ اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے پھر بولی۔

''علی شاہ کیوں بعض لوگوں کو تقدیر صرف دکھوں کے لئے منتخب کر لیتی ہے؟ کیا قصور ہوتا ہے ان کا؟ کیا قصور تھا میرا؟ علی شاہ مجھے بتائیں کہ دو ماہ کی بچی نے کیا قصور کیا تھا کہ وہ اتنے دکھوں کی مستحق ٹھہری؟ کتنی دعائیں مانگی تھیں میں نے کہ یا اللہ مجھے شاہ بابا کی محبت دے دے۔ مجھے علی شاہ کی محبت سے نواز دے۔ میری ایک نہ سنی گئی۔ میرے مانگنے میں کیا کمی تھی۔'' علی شاہ کے پاس اُس کے کسی سوال کا جواب نہ تھا سوائے شرمندگی کے۔

اس کی دی ہوئی اذیتیں تو اسے اس حال میں لے آئی تھیں۔

''علی شاہ اب میں آپ کو کبھی تنگ نہیں کروں گی۔ کبھی دعویٰ محبت نہیں کروں گی۔ اب میں کسی کو بھی تنگ نہیں کروں گی۔ اب کوئی لیلیٰ شاہ سے نفرت نہیں کرے گا۔ کوئی بھی نہیں......'' وہ بڑبڑاتے ہوئے مسلسل چھت کو گھورے جا رہی تھی۔

علی شاہ کی نظر اچانک اس کی کلائی پر پڑی تو جہاں اس کا اپنا نام کندہ تھا۔ اس نے دھیرے سے اس کی کلائی اٹھا کر اپنے لبوں سے لگائی تھی مگر لیلیٰ شاہ کے وجود میں کوئی خوشی نہ اٹھی تھی۔ وہ دونوں ہی اپنی جگہ درست ثابت ہوئے تھے۔

لیلیٰ شاہ کی محبتوں نے جہاں اسے موم کیا تھا۔ علی شاہ کی نفرت اُسے پتھر بنا گئی تھی۔

اُسی رات لیلیٰ شاہ کی طبیعت بگڑی تھی۔ علی شاہ زینب شاہ کے ساتھ اسے اسپتال لایا تھا۔ اس کا بی پی مسلسل لو ہو رہا تھا۔

ڈاکٹرز اس کے کیس کے بارے میں زیادہ مطمئن نہ تھے۔

صورت حال اس قدر بگڑی تھی کہ یا تو بچے کو بچایا جا سکتا تھا یا اسے جبکہ وہ بضد تھی کہ ہر حال میں اس کے بچے کو بچایا جائے۔

شاہ بابا کا دل اب بھی موم نہیں ہوا تھا۔ علی شاہ کا بس نہیں چلتا تھا کہ وقت پلٹ آئے اور وہ اپنی ہر اذیت کا ازالہ بڑی محبت سے کرے۔ وہ تین دن سے اذیت میں تھی۔ تین دن سے علی شاہ نے اس کے پیچھے دیوانوں جیسا حال کر لیا تھا۔ تیسرے دن ڈاکٹرز نے اس سے میجر آپریشن کی رضامندی لی تھی اور اب سے دو گھنٹے پہلے وہ اسے بیٹے کی خوشخبری سنا کر گئے تھے۔ لیلیٰ شاہ کی حالت ابھی بھی ٹھیک نہیں تھی۔ علی شاہ تھوڑی دیر کے بعد آئی سی یو کا چکر لگا کر آتا تھا اور ہر بار مزید حوصلہ چھوڑ جاتا تھا۔

زینب شاہ اور شاہ بی بی نے اسے ضد کر کے گھر بھیجا تھا۔ حویلی آ کر بھی اس کا دل نہیں تھم رہا تھا۔ وہ مسلسل لیلیٰ شاہ کے لئے دعائیں مانگ رہا تھا۔ مریم کی پکار اسے حال میں لے کر آئی تھی۔ وہ آم کے گھنے پیڑ کے نیچے سے اٹھ کر اندر چلا گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کا سامنا شاہ بابا سے ہوا جو اسے اس حالت میں دیکھ کر غصے میں آ گئے۔

''علی شاہ! یہ کیا دیوانوں جیسی حالت بنا رکھی ہے تم نے۔ ایک داشتہ کی بیٹی کے پیچھے یہ حال۔''

''شاہ بابا! بس کریں آج۔'' اس سے پہلے کہ علی شاہ اُن کی بات کا جواب دیتا پھوپو بڑھ کر شاہ بابا کے بالکل سامنے آ گئیں۔

''عروبہ! تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ تم ہم سے اس لہجے میں بات کرو۔ یہ جان کر بھی کہ طوبٰی خطاوار......''

''نہیں تھی وہ خطاوار! گناہ میں نے کیا تھا۔ سارے فساد کی جڑ میں تھی جو سب کی خوشیوں کو نگل گئی۔

''میں نے اس رات ولی شاہ کو طوبٰی کے پاس بھیجا تھا۔ لیلیٰ شاہ کی بارات والوں کو بھی میں نے منع کیا تھا۔ آخری رات زین شاہ کو میں نے ہی نہر کے پاس طوبٰی

سے ملنے کو بلایا تھا۔'' اُن کے انکشافات سے زمین پھٹی جا رہی تھی۔ جب وہ ہر بات کہہ چکی تو کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ شاہ بابا تھوڑی دیر بعد کمرے سے اٹھ کر چلے گئے جن کی تقلید علی شاہ نے بھی کی تھی۔ عروبہ شاہ زمین پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

''علی! وہ ٹھیک تو ہے نا؟ شاہ بابا کے سوال کا جواب خود اس کے پاس بھی نہ تھا۔

''عروبہ! تم نے کتنی زندگیاں برباد کیں کیا پایا کسی کا دل اجاڑ کر۔'' آنسو ان کی بوڑھی داڑھی میں جذب ہو رہے تھے۔ وہ علی شاہ کے ہمراہ اسپتال آئے تھے۔ لیلیٰ شاہ ابھی بھی بے ہوش تھی۔

علی شاہ آئی سی یو کی طرف بڑھا جہاں وہ پُرسکون سوئی ہوئی تھی۔ اُس کے الفاظ علی شاہ کے کانوں میں گونجے۔

''اب مجھ سے کوئی نفرت نہیں کرے گا......''

علی شاہ کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے وہ آگے بڑھا اور جھک کر اس کی پیشانی پر نرمی سے بوسہ دیتے ہوئے بولا۔

''نہیں لیلیٰ اب کوئی تم سے نفرت نہیں کرے گا۔ تمہارا علی شاہ کسی کو تم سے نفرت نہیں کرنے دے گا۔ بس تم ایک بار لوٹ آؤ۔ بہت پیار کرے گا تمہارا علی شاہ تم سے۔'' علی شاہ کے آنسو اس کے چہرے پر گر رہے تھے۔ پھر وہ اُس کے قدموں کی طرف گیا اور اپنی جیب سے گلاب کا پھول نکال کر اس کے پیروں پر پھیرا۔ لمس کا اثر تھا کہ دعاؤں کی قبولیت لیلیٰ شاہ نے آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا تھا جہاں علی شاہ اپنی آنکھوں میں محبتوں کا جہاں سجائے اُسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

لیلیٰ شاہ کی آنکھوں سے آنسو نکل کر چہرے پر بکھرے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ نیچے گرتے علی شاہ نے آگے بڑھ کر اُن تمام آنسوؤں کو اپنے پوروں سے چُن لیا تھا۔

''اُن تمام دکھوں کا ازالہ کرنا بھی چاہوں تو نہیں کر سکتا جو تمہیں دیئے ہیں۔ ہاں! یہ وعدہ ہے لیلیٰ کہ جتنی محبت تم نے مجھ سے کی ہے۔ اس سے بڑھ کر میں تم سے کروں گا۔''

''یقین نہیں آ رہا نا! یہ دیکھو......'' اُس نے اپنی کلائی دکھاتے ہوئے کہا جہاں ہر طرف لیلیٰ شاہ کا نام لکھا تھا۔

''اگر اب بھی یقین نہیں آ رہا تو علی شاہ اپنی جان پر......''

لیلیٰ شاہ نے اپنا ہاتھ اُس کے لبوں پر رکھ کر مزید کچھ کہنے سے روکا۔

''محبتیں اپنا یقین آپ ہوتی ہیں اور میرا یقین صرف آپ ہیں علی شاہ صرف آپ۔'' آخر میں اُس کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی۔

''لیلیٰ! آج تمہیں دینے کیلئے تمہارے علی شاہ کے پاس ڈھیر ساری محبتوں کے ساتھ بہت خوشخبریاں بھی ہیں۔''

''وہ کیا؟''

''سب سے پہلے بیٹا مبارک ہو لیلیٰ شاہ۔'' وہ خوشی سے علی شاہ کی طرف دیکھ کر مسکرا اٹھی۔

شاہ بابا آئے ہیں تمہیں حویلی لے جانے کے لئے۔'' اس خبر پر وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ علی شاہ باہر گیا جب واپس آیا تو اپنا بیٹا اور شاہ بابا اُس کے ساتھ تھے۔ اُس نے بچے کو لیلیٰ شاہ کے پہلو میں لٹا دیا۔ شاہ بابا نے آگے بڑھ کر لیلیٰ شاہ کی پیشانی زندگی میں پہلی دفعہ چومی تھی۔ لیلیٰ شاہ نے نم آنکھوں سے ایک نظر اپنے بچے پھر علی شاہ کو دیکھا تھا۔ اُس کے گرد محبتوں نے اپنا حصار بنا لیا تھا۔



''زین شاہ! سب معاف کر چکے ہیں مجھے اب تو معاف کر دو مجھے۔ تم چاہتے تھے کہنا کہ گواہی دوں میں اُس کی بے گناہی کی۔ میں نے اپنے گناہ کا اعتراف شاہ بابا کے سامنے کیا ہے۔ اب تو معافی میرا حق بنتی ہے۔'' وہ بڑی آس سے زین شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے التجا کر رہی تھی۔

دور کھڑے رفیق نے اپنی مالکن کو دیکھا جو پچھلے بیس سالوں سے اس در پر آ کر اس شخص سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتی تھی اور وہ اسے معاف کرنے کو تیار نہ تھا۔

''عروبہ شاہ! مجھے وہ دن واپس لوٹاؤ۔ مجھے طوبیٰ شاہ واپس لوٹاؤ تو عروبہ شاہ میں تمہیں معاف کر دوں گا۔'' زین شاہ خلاؤں میں تکتا ہوا بولا۔

''یہ کیسے ممکن ہے؟''

''یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تمہیں معاف کر دوں عروبہ شاہ۔ چاہے ساری دنیا تمہیں معاف کر دے۔ زین شاہ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا کبھی بھی نہیں۔ یہی تمہاری سزا ہے۔ آخری سانس تک جلتی رہو پھر بھی تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ جاؤ عروبہ شاہ! کیوں تنگ کرنے چلی آتی ہو۔ ساری زندگی تو تباہ کر دی ہے پھر بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ جاؤ! چلی جاؤ یہاں سے۔'' اُس نے ایک نظر بڑی آس سے زین شاہ کی طرف دیکھا۔ اور پھر وہاں سے اٹھ آئی۔

ہر روز کی طرح رفیق نے اس سے پوچھا۔

''کیا کل پھر آنا ہے عروبہ بی بی؟'' اور عروبہ نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

زین شاہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ طوبیٰ شاہ کی قبر تک گیا پھر ماچس اٹھا کر چراغ روشن کر کے اُس نے طوبیٰ شاہ کو پکارا۔

''جتنی محبت تم سے کی ہے اپنے رب سے کرتا تو آج ولی ہوتا طوبیٰ شاہ۔''

صبح کا منظر تھا۔ وہ جب اٹھ کر باغ میں آئی تھی تو علی شاہ ننھے سو دلیں کے ساتھ سو رہا تھا۔ لیلیٰ شاہ کے چہرے پر محبتوں کے رنگ بکھرے ہوئے تھے جو اُس کے چہرے کو دلکشی بخش رہے تھے۔ اُس نے آگے بڑھ کر سارے سرخ پھول چن لئے۔ جب مسکراتے ہوئے پلٹی تو علی شاہ کو وہاں کھڑے پایا جو مسکراتے ہوئے محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آگے بڑھ کر اُس کے اتنے قریب آ گیا کہ ان کے بیچ پھول ہی فاصلہ کئے ہوئے تھے۔

علی شاہ نے اُس کے ہاتھوں سے سارے پھول تھام لئے اور دھیرے سے جھک کر سارے پھول اُس کے قدموں میں رکھ دیئے۔

لیلیٰ شاہ دو قدم پیچھے ہٹی تو علی شاہ کی نظریں اُس کی حرکت پر مسکرا اٹھیں۔

''یہ پھول تو میں نے آپ کے لئے توڑے تھے۔'' وہ اٹک کر بولی۔

''تم اور میں الگ ہیں کیا۔'' علی شاہ نے آگے بڑھ کر اُسے اپنی بانہوں کے حصار میں لیا۔ اور اسے لے کر وہیں پھولوں کے درمیان ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ گیا۔ ہوا مسلسل لیلیٰ شاہ کی لٹوں کو چھیڑ رہی تھی۔

''علی شاہ! لگتا ہے آج ہوا سے تمہاری دشمنی چل نکلے گی۔'' وہ لیلیٰ شاہ کی لٹ کو انگلی میں لپیٹتے ہوئے خود سے مخاطب تھا۔

''کیوں ہوا نے ایسا کیا کر دیا ہے؟'' وہ نا سمجھی میں علی شاہ کی نظروں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

''سرِعام تمہیں چھیڑ رہی ہیں اور تم کہتی ہو ایسا کیا کر دیا ہے۔'' وہ اس کے گھٹنوں پر سر رکھتے ہوئے وہیں لیٹ گیا۔

''علی شاہ! اتنی محبت؟ مجھے ابھی بھی ایسا لگتا ہے کہ میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔'' وہ علی شاہ کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اب بھی بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔

''لیلیٰ! تمہاری محبت کو شروع دن ہی سے میں جان چکا تھا۔ مگر میری ضد مجھے جھکنے نہیں دیتی تھی۔ عروبہ پھوپو سے تمہاری سچائی کا علم بہت بعد میں ہوا تھا۔ اُس سے پہلے ہی علی شاہ تمہارا ہو چکا تھا۔'' وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے بولا۔

''پھر اظہار میں اتنی دیر کیوں کی؟'' لیلیٰ شاہ نے شکوہ کیا۔

''جب دل نے پوری صداقت کے ساتھ تمہیں اپنا مانا تو علی شاہ نے اظہار کرنے میں دیر نہیں کی۔''

''اگر مجھے کچھ ہو جاتا۔''

''تو علی شاہ خود کو بھی ختم کر لیتا۔''

''علی!'' وہ ہلکی سرگوشی میں پکار اٹھی۔ پھر اُس نے علی شاہ کی شوخ نگاہوں سے بچنے کے لئے اپنا آنچل اُس کے چہرے پر ڈال دیا اور خود اُس کے ماتھے سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

خدا کی قسم محبت نہیں عقیدت ہے
دیارِ دل میں بڑا احترام ہے تیرا

تیز ہوا کا جھونکا گھنے درخت کے ڈھیر سارے پیلے پھول اُن پر برسا کر آگے چلا گیا تھا۔ ہر طرف پیلے پھول بکھرے ہوئے تھے اور اُن پھولوں کے درمیان علی شاہ اور لیلیٰ شاہ کی محبت مدہوش تھی۔ باغ کے سارے درخت اور پودے انہیں خوش دیکھ کر خود بھی خوشی سے مسکرا اٹھے تھے۔ نیلے آسمان کے مست بادلوں نے اُن دو دیوانوں کو دور سے دیکھا تھا اور پھر جھومتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔

